مقالہ ۲ پر تنقید

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب۔ ماموں کانجن ضلع فیصل آباد
رکن اعزازی الحق

عمر احمد عثمانی کی تحریفات کا اجمالی جائزہ

تعدد ازدواج اور اسلام

مندرجہ ذیل اقتباسات "تعدد ازدواج اور اسلام" سے ملتقط لئے گئے ہیں، جو فکر و نظر جلد ا ش ۱۲-۱۱ اور جلد ۲ ش ۱ میں شامل ہے ـــــ تنقید عنوانات یا حواشی کی صورت میں کی گئی ہے۔ (ادارہ)

تمام مدافعین اسلام کی سادہ لوحی (اور حماقت) "یورپ کے مستشرقین نے اس بات کو سامنے رکھ کر کہ اسلام تعدد ازدواج کا حامی ہے، اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرنے کیلئے اب تک ہزار ہا صفحات سیاہ کر ڈالے ہیں۔ دوسری طرف اسلام کیطرف سے مدافعت کرنے والوں نے بھی اپنی سادہ لوحی سے اس "غلط تہمت"[1] کو قبول کر کے ان کے جوابات کے سلسلہ میں کچھ کم صفحات سیاہ نہیں کئے ـــ ان مدافعت فرمانے والوں کا انداز بالکل ایسا ہی ہے، جیسے اپنے دامن پر کچھ ناخوشگوار دھبے دیکھ کر دل ہی دل میں شرمسار ہے ہوں۔ (فکر و نظر جلد ا ش ۱۱ ص ۱۳)

اسلام کی نظر میں تعدد ازدواج بہرحال ایک ناقابل حمایت برائی ہے "اسلام نے جن حالات میں تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے، اس کی حیثیت قطعاً ایسی ہی ہے جیسا کہ ہم کسی بڑی برائی سے بچنے کے لئے بعض اوقات کسی چھوٹی برائی کو اختیار کر لیتے اور اسکی اجازت دے دیتے ہیں لیکن اس

---

[1] لیکن معاف کیجئے یہ غلط تہمت آپ کے ڈاکٹر فضل الرحمان کے بقول "قرآن کی قانونی سطح" اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ نے لگائی۔ (ملاحظہ ہو فکر و نظر جلد ۲ ش ۱)

اجازت سے قطعاً یہ نہیں سمجھا جاتا کہ ہم اس برائی کی حمایت کر رہے ہیں۔ برائی بہرحال برائی ہی رہتی ہے۔ اور ہر صورت میں ناقابلِ حمایت[۱] (ایضاً ص ۱۴۲)

انبیاء علیہم السلام اسی برائی پر عمل پیرا رہے

"کہا جاتا ہے کہ تعدد ازدواج انبیاء علیہم السلام اور اسلاف کی سنت رہی ہے۔ جہاں تک انبیاء علیہم السلام کا تعلق ہے، تو ضروری نہیں کہ انہوں نے جو کام کئے ہوں، وہ سب کے سب ہمارے لئے بھی سنت کا درجہ رکھتے ہوں۔ (ایضاً)

صدیقین، شہداء، اور صالحین کا یہ متواتر عمل بلا کسی ضرورت سے ہوگا

"رہ گئے ہمارے اسلاف واکابر، تو ان تمام حضرات کا ادب واحترام ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں ان حالات کا جائزہ بھی لینا چاہئے، جن میں انہوں نے تعدد ازدواج پر عمل فرمایا تھا۔ اگر انہوں نے واقعۃً کسی بڑی برائی سے بچنے کیلئے یا کسی بلند تر مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اس کو اختیار فرمایا تھا، تو ضروری نہیں کہ ہم بھی ان کی پیروی کریں الا یہ کہ ہم بھی انہیں جیسے حالات سے دوچار نہ ہو گئے ہوں۔ (ایضاً)

انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا عمل متواتر سنت نہیں

"پھر سو باتوں کی ایک بات یہ ہے کہ کیا خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہؓ وتابعین نے یا ہمارے اسلاف واکابر نے کبھی بھی تعدد ازدواج کو سنتِ نبوی[۲] قرار دیا ہے، اور اسکی لوگوں کو ترغیب دی ہے، یا اس پر کسی ثواب کا وعدہ کیا ہے۔؟ اگر ایسا نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے تو آج ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم ان حضرات کے علی الزعم اسے سنت قرار دیں۔ (ایضاً)

ان حضرات کا یہ عمل متواتر قانونِ فطرت کے خلاف تھا

"اگر وحدتِ ازدواج قانونِ فطرت نہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ قدرت کو کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی تھی کہ آدم کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں پیدا کر دی جاتیں، اور اسطرح نسلِ انسانی کو جلد از جلد بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع مہیا کر دئے جاتے۔ لیکن اسوقت بھی جبکہ ضرورت تھی، قدرت نے ایسا کوئی

۱؎ لیکن اس "بہرحال ناقابلِ حمایت برائی" کے خلاف امت اور امت کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیوں آواز نہ اٹھائی۔؟ اور اس "ناقابلِ حمایت برائی" کا انکشاف "اپوا کی بیگمات" کی بیداری کے بعد یکایک کیسے ہو گیا، قرآن کی وہ کونسی نئی آیت نازل ہو گئی جسکی روشنی میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کو، محض فرضی ضرورت کی آڑ میں، مسلسل عمل قبیح پر عمل پیرا قرار دیا گیا۔

۲؎ اگر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا۔ بلانکیر۔ عمل متواتر بھی سنت نہیں ہوتا۔ تو اسلام میں "سنتِ نبوی" کا وجود ہی کہنا چاہئے کہ سرے سے نہیں ہے۔

انتظام نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قانونِ فطرت یہی ہے۔ کہ مرد کیلئے ایک ہی بیوی ہونی چاہیئے۔

ان حضرات کا یہ عمل متواتر قانونِ قدرت کے بھی خلاف تھا	"علاوہ ازیں قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات بھی نہایت فصاحت سے معلوم ہو جاتی ہے۔ کہ

قانونِ قدرت بھی یہی ہے، کہ ایک نر کیلئے ایک مادہ ہو۔ قدرت نے انسانوں کو اسی انداز سے پیدا کیا ہے۔ (چند آیات نقل کرنے کے بعد) لہٰذا جب قانونِ قدرت یہی ہے، کہ وہ ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کرتا ہے، ایک نر اور ایک مادہ۔ نباتات۔ حیوانات اور انسانوں میں سب میں یہی قانون کارفرما اور بقائے نسل کیلئے وہ اسی کو کافی سمجھتا ہے۔ چنانچہ طوفانِ نوح کے سلسلہ میں اس نے ہر چیز کا ایک ایک جوڑا رکھنا ہی کافی سمجھا تھا۔ تو ایک مرد کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کا ہونا قانونِ قدرت کے بھی خلاف ہے۔ (ص ۲۳)

ان حضرات کا یہ عمل متواتر "الطیبات للطیبین" کے فطری اصول کی ضد تھا	(سورۂ نور کی آیت الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔ الآیۃ۔ ذکر کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔)

یہاں بھی جمع کے صیغے کو جمع کیلئے ثابت کیا گیا ہے، جیسا کہ اضافت جمع بسوئے جمع کے سلسلہ میں ہم پہلے بتا چکے ہیں، ایسی صورتوں میں جمع کے ہر فرد کیلئے دوسری جمع کا ایک ایک فرد مراد ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اسی اصول کے ماتحت ہر خبیث عورت کے لئے ایک ایک مرد اور ہر خبیث مرد کیلئے ایک ایک خبیث عورت مراد ہے۔ جیسا کہ ہر پاکیزہ[۱] مرد کے لئے ایک ایک پاکیزہ عورت اور ہر پاکیزہ عورت کے لیئے ایک ایک پاکیزہ مرد ہو سکتا ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک پاکیزہ مرد

---

[۱] مقالہ نگار "پاکستان کی عائلی شریعت" کا تقدس ثابت کرنے کیلئے، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے عمل متواتر پر قانونِ لغت، قانونِ فطرت اور قانونِ قدرت (اور نہ معلوم کس کس قانون) کی مخالفت کا فتویٰ صادر فرمائیں، یہ بہر حال ان کے "حق نمک" کا تقاضا ہے، اور اس حق ادائی" میں وہ "تکہ یناً" معذور ہیں، لیکن اتنے حواس باختہ تو انہیں نہیں ہونا چاہیئے، کہ جس ذاتِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں الطیبات للطیبین کی آیت نازل ہوئی تھی، انہیں کے بارے میں یہ دعویٰ کریں کہ یہ آیت ان پر صادق نہیں آسکتی۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات امہات المومنین بھی (جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی) اس آیت کا مصداق نہیں، تو فرمائیے کہ یہ اصول آخر کس پر منطبق ہوگا۔

کیلئے چار چار پاکیزہ عورتیں ہو سکتی ہیں. یا ایک خبیث مرد کیلئے چار چار خبیث عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔

امت کے تمام مفسرین اور مجتہدین نے تعدد ازدواج کی آیت کے مفہوم میں ٹھوکر کھائی جس سے بڑی پیچیدگیاں پیدا ہوئیں

"لیکن ہمارے مفسرین و مترجمین نے اس آیت کا وہ مطلب نہیں لیا جو ہم نے بیان کیا ہے. اور اسی وجہ سے بڑی پیچیدگیاں[1] پیدا ہو گئی ہیں، یہاں نمونے کے طور پر ہم مولانا ابوالکلام آزاد کا ترجمہ اور تفسیر نقل کرتے ہیں. باقی تمام مفسرین و مترجمین نے بھی اسی اندازہ کے ترجمہ اور تفسیریں فرمائی ہیں. مولانا آزاد اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں. (ایضاً ص ۳۰)

ان حضرات نے قرآنی عبارت کو بالکل الٹ اور "من مانے" معنیٰ پہنا دئے۔

"ہم ان تراجم و تفاسیر کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ مولانا آزاد نے جو فرمایا ہے. اور بین القوسین[2] جس قدر عبارتیں اپنی طرف سے بڑھائی ہیں، وہ ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے، جس نے عبارت قرآنی کو ایسے معنی پہنا دئیے ہیں جو اصل عبارت کے بالکل ہی الٹ ہیں۔ (ایضاً ص ۳۳)

ان حضرات نے جس اصول شکنی کا ارتکاب کیا، اصل قصور اس کا ہے۔

"واقعہ یہ ہے، کہ اس میں نہ مولانا ابوالکلام آزاد کا کوئی قصور ہے. اور حضرت شیخ الہندؒ کا اور نہ دیگر مفسرین و مترجمین کا قصور اس اصول شکنی[3] کا ہے، جو اس سلسلہ میں سرزد ہو گئی ہے۔ (ایضاً ص ۳۴)

۱۔ جی ہاں تمام صحابہ، تابعین اور مفسرین کی تفسیر سے تو "بڑی پیچیدگیاں" پیدا ہو گئیں. (ان میں سب سے بڑی پیچیدگی تو یہی ہے، کہ اس سے عائلی قوانین کی دفعہ ۶ کا لغو، بیکار اور مہمل ہونا لازم آتا ہے.) لیکن مقالہ نگار کی "ایرجنبی تفسیر" سے تمام عقدے حل ہو گئے، چودہ طبق روشن ہو گئے، انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام تک کا عمل "بہرحال ایک ناقابل حمایت برائی" قرار پایا۔

۲۔ مولانا آزاد مرحوم اور دوسرے تمام مفسرین نے بین القوسین چند توضیحی الفاظ بڑھا دئے. تو یہ حضرات "قرآنی عبارت میں بالکل الٹ اور من مانے معنیٰ پہنانے" کی وجہ سے گردن زدنی قرار پائے، لیکن مقالہ نگار نے قوسین کی قید سے آزاد ہو کر تین چار صفحے آیت کی فرضی مراد واضح کرنے کیلئے سیاہ کر دئے، اور "فاضل و فقیہ" کے خطاب کے مستحق ہو گئے۔

۳۔ جی ہاں، ان بیچاروں (تمام مفسرین) کو معاذ اللہ اتنی بصیرت اور عقل کہاں نصیب تھی، کہ قرآن کی شرح و تفسیر میں کسی اصول کی پابندی کا لحاظ رکھتے، اور تمام انبیاء و اولیا کے عمل متواتر کو "عمل بد" قرار دینے کی ہمت کرتے۔ یہ تمام چیزیں مقالہ نگار کی فضلیت و فقاہت ہی کو نصیب ہیں۔

تمام مفسرین نے صحابہؓ و تابعین کے الفاظ کو خود ساختہ معنی پہنا دیئے

"اس سلسلہ میں دشواری یہ ہے، کہ ہم دلیل میں الفاظ تو حضرات صحابہؓ اور تابعین کے پیش کرتے ہیں۔ اور ان کو معنی وہ پہنا دیتے ہیں جو ہم نے خود اپنے ہاں متعین کر رکھے ہیں، حالانکہ ہمیں ان حضرات کے الفاظ کا وہی مفہوم لینا چاہیئے جس میں وہ حضرات خود ان الفاظ کو استعمال کرنے کے عادی تھے نہ اپنا خود ساختہ مفہوم۔ (ایضاً ص ۳۰)

شان نزول کی حدیث کو سامنے مفسرین نے آیت کے ترجمہ و تفسیر میں تصرفات کئے

"اس تمہید کے بعد آیئے اس حدیث پر غور کریں جو آیت زیر بحث کے شان نزول کے سلسلہ میں پیش کی جاتی ہے اور جسکی بنیاد پر آیت کا ترجمہ اور اسکی تفسیر میں وہ تصرفات کئے گئے ہیں، جو آپ پہلے دیکھ چکے ہیں۔
(ایضاً ص ۳۸)

اسلام میں "مقالہ نگار" کے "خود ساختہ اصول" کو اہمیت ہے، لیکن صحابہؓ، تابعین، اور تمام فقہا کی شخصیت، انکی سمجھ بوجھ، اور ان کے عمل متواتر کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ـــــ

"اس سلسلہ میں ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے، کہ اگر بات یہی ہے، جو تم بیان کر رہے ہو تو پھر چودہ سو سال سے مسلمانوں میں تعدد ازدواج کا رواج کیوں چلا آرہا ہے۔ تم سے پہلے بڑے بڑے جید علماء اور بڑے بڑے مقتدر فقہاء کرام گذر چکے ہیں۔ ان کی سمجھ میں بات کیوں نہیں آئی جو تم کہہ رہے ہو اور انہوں نے عام حالات میں مسلمانوں کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے سے کیوں نہیں روکا۔ بلکہ تاریخ تو ہمیں بتاتی ہے کہ وہ خود بھی تعدد ازدواج پر عمل کرتے رہے ہیں۔ کیا اتنے بڑے بڑے اکابر ایک غلط اور ناجائز کام کرتے رہے۔ اس کا ایک جواب تو اصولی ہے، اور وہ یہ کہ اسلام میں اہمیت اصول اور قانون کو ہے۔ شخصیتوں کو نہیں ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ قرآن و سنت سے ہمیں کیا ہدایات ملتی ہیں۔ اور ان پر ہی ہمیں عمل کرنا چاہیئے۔ اگر کسی شخصیت کا عمل قرآن و سنت کی ہدایات کے خلاف نظر آتا ہے تو تاویل یا توجیہہ قرآن و سنت میں نہیں کی جانی چاہیئے بلکہ اس شخصیت کے عمل میں کی جانی چاہیئے ـــــ
(فکر و نظر جلد ۲ ش ۱ ص ۴۷)

امت کے چودہ سو سالہ عمل کی زیادہ سے زیادہ یہ توجیہہ ممکن ہے، کہ اسلام کی چودہ صدیاں ہنگامی حالات سے دوچار رہیں

"ویسے ہمیں یقین ہے کہ ان حضرات کا عمل قرآن کریم اور سنت نبویؐ کے خلاف نہیں ہو گا۔ اگر ہم اس سلسلہ میں یہ بات ثابت نہیں کر سکتے کہ انہیں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی سخت ضرورت لاحق تھی تو دوسری طرف ہم ان کے سلسلہ میں یہ بات بھی تو ثابت نہیں کر سکتے کہ انہوں نے بغیر جائز ضرورت ہی کے ایک سے زیادہ بیویاں رکھ چھوڑی

تھیں۔ قرآن وسنت کی وہ تمام ہدایات جو آج ہمارے سامنے ہیں، یقیناً ان کے سامنے بھی تھیں بلکہ سچ تو یہ ہے، کہ یہ تمام ہدایات ہم تک انہی حضرات سے پہنچی ہیں۔ اگر ہم ان کے خلاف کسی سوءظنی میں مبتلا نہیں ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ ان تمام ہدایات کو جانتے ہوئے خود ان کے خلاف عمل کرتے ہوں حسن ظن کا تقاضا تو یہ ہے، کہ ہم یہ بات تسلیم کریں کہ یقیناً ان کے دور میں اسلامی معاشرہ عمومی طور پر یا خود ان کے اپنے ذاتی اور خاندانی حالات، خصوصی طور پر اس امر کے متقاضی ہوں گے کہ وہ اس ہنگامی یا خصوصیؔ ہدایت پر عمل پیرا ہوں۔ (ایضاً ص ۴۷)

لے ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ نکلا، کہ امت مسلمہ کا موقف یہ ہے کہ اسلام میں "ایمرجنسی" کی شرائط کے بغیر بھی تعدد ازدواج کی (چار تک) اجازت ہے۔ اور مقالہ نگار اور ان کے موکلین کا موقف یہ ہے، کہ اسلام کی نظر میں یہ بہرحال ایک ناقابل حمایت "برائی" ہے۔ جسے خصوصی حالات اور ہنگامی صورت میں جائز قرار دیا گیا ہوگا۔ لیکن اسلامی تاریخ میں ایک لمحہ کیلئے نہ یہ شرط کبھی غائب ہوئی، نہ عدم جواز کا سوال کبھی زیر بحث آیا، نتیجہ کے طور پر اسی موقف کو تسلیم کرلینا ان کو بھی ناگزیر ہوا جسکی امت مسلمہ قائل چلی آئی ہے، اب ہم یہ فیصلہ عقلاء پر چھوڑتے ہیں کہ ان دونوں میں کون سا موقف حق بجانب ہے ــــــــ۔

دارالعلوم حقانیہ

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

منتظمین دارالعلوم تمام اہل خیر حضرات سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ حسب سابق قربانی کی کھالوں سے دارالعلوم حقانیہ کی اعانت فرما کر سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم حاصل کرنے والے غریب الرحمٰن طلباء کی حوصلہ افزائی فرمادیں۔ یہ دارالعلوم ۱۹ سال سے قوم وملت کی علمی، مذہبی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ امسال تقریباً چار سو طلباء درجہ عربی اور پانچ سو بچے درجہ تعلیم القرآن ۲۲ اساتذہ کی نگرانی میں علوم دینیہ حاصل کر رہے ہیں۔ اکثر طلباء کے طعام اور دیگر ضروریات از قسم روشنی، ادویہ، رہائش گاہوں، کتابوں اور اخراجات امتحانات کا انتظام ادارہ کر رہا ہے جن پر سال رواں کے مصارف کا میزانیہ ایک لاکھ اٹھاون ہزار روپے ہے۔ دارالعلوم کے شایان شان مسجد، ہاسٹل، اساتذہ اور علماء کیلئے مکانات زیر تعمیر ہیں، جن پر کئی لاکھ روپیہ خرچ ہونے کا اندازہ ہے۔ اس لئے ہمدردان اسلام دارالعلوم حقانیہ کیطرف بیش از بیش توجہ فرما کر ثواب دارین حاصل فرمادیں۔ قربانی کی کھال کسی مقامی سنٹر میں جمع کرائی جائے یا فروخت کرکے اسکی قیمت بنام مہتمم صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (ضلع پشاور) بھیجدی جائے ــــــــ۔